خواب آنکھوں میں ٹوٹ جاتے ہیں

اشک جب حوصلے گھٹاتے ہیں
خواب آنکھوں میں ٹوٹ جاتے ہیں

زندگی بین کرنے لگتی ہے
درد سینے میں مسکراتے ہیں

ہم ہیں وہ لوگ جو سرِ مقتل
رقص کرتے ہیں، گیت گاتے ہیں

سہیل احمد

خواب آنکھوں میں ٹوٹ جاتے ہیں — سہیل احمد

اردو غزل کا قافلہ گزشتہ چار سو سال سے رواں دواں ہے۔ اس قافلے میں ہر دور میں سیکڑوں شاعر شامل ہوتے رہے ہیں اور اپنا حصہ شامل کرتے رہے ہیں۔ یہ تمام شاعر کسی عہد کی شعری فضا مرتب کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس قافلے میں سہیل احمد بھی اپنا پہلا مجموعہ کلام "خواب آنکھوں میں ٹوٹ جاتے ہیں" لے کر شامل ہوئے ہیں۔ سہیل احمد نوجوان ہیں اور اپنے اندر شاعری کے امکانات لے کر آئے ہیں۔ ایسے نوجوان کی آمد غزل [illegible] ہوتی ہے اور مستقبل کے امکانات روشن کرتی ہے۔ ان کے اس مجموعے میں صرف رومانی موضوعات پر ہی اشعار شامل نہیں ہیں بلکہ حیات و کائنات پر فکر کا عنصر بھی شامل ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے شاعری نوجوانی کے دور میں ہی نہیں بلکہ شاعری کے ساتھ ان کا سنجیدہ تعلق بھی ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ سہیل احمد اسی طرح شعر کہتے رہیں اور اپنے مستقبل کو روشن کرتے رہیں۔

۲۱ جون ۲۰۱۰ء — ڈاکٹر ضیاء الحسن
شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور

پہلا سچ تو یہ ہے کہ میں آج تک سہیل سے نہیں ملا۔ البتہ اس کی شاعری، جو سچے جذبوں اور مضبوط رشتوں کا حوالہ ہے، تقریباً ایک ماہ میرے زیرِ مطالعہ رہی۔ اس دنیا میں ہر شخص کچھ کہنا چاہتا ہے، لیکن بہت کم ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں جو اپنی بات کہنے کا سلیقہ بھی جانتے ہیں۔ سہیل بھی ان میں سے ایک ہے۔ سہیل کی زندگی کے بارے میں اتنا ہی جانتا ہوں یا جان سکا ہوں جو مجھے اس کی شاعری اور نثر میں محسوس ہوا۔ وہ شاعر اور زندگی سے بھرپور شاعر ہے۔ اس کے ہاں رشتوں کا احترام اور انھیں سدا چاہنے کے علاوہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے کا خواب بھی ہے، اور کسی خواب کے ٹوٹنے کا درد بھی۔ وہ انسان کو اس کے اعلیٰ رتبے پر فائز بھی دیکھنا چاہتا اور بکھر جانے والے خوابوں کو ٹوٹنے سے بچانے کا آرزومند بھی ہے۔ اس کی نثر انتہائی سنجیدہ اور معنوی اعتبار سے انتہائی گہری ہے۔ اس کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس بار بار ہوا کہ اس خوب رو اور سنجیدہ انسان کے اندر کسی شرارتی بچے کی روح بھی موجود ہے، جس کی شرارتیں اور شوخیاں اس کے الفاظ کی طرح پاکیزہ اور معصوم ہیں۔ سہیل کی شاعری اردو ادب میں ایک خوب صورت اضافہ بھی ہے اور ان نئے لکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ بھی، جو دیارِ غیر میں جا کر اپنی زبان اور اپنے لوگوں کے سب دکھ سکھ بھول جاتے ہیں۔

۲۵ جون ۲۰۱۰ء

خواجہ جمشید امام
دن میڈیا گروپ

جس طرح بارود، دھواں، دھماکے اور قتل و غارت وادیٔ کشمیر کے حسن کو [illegible] رہے ہیں، اسی طرح [illegible] سہیل احمد کے احساسات و جذبات کی خوب صورتی [illegible]

[illegible]

عابد حسین عابد
سیکرٹری جنرل انجمن ترقی پسند مصنفین
(پنجاب) لاہور

Z

خواب آنکھوں میں ٹوٹ جاتے ہیں

تعارف

نام:	سہیل احمد لون
تخلص:	سہیل
تاریخ پیدائش:	۳۱ جنوری ۱۹۷۰ء
جائے پیدائش :	لاہور
ابتدائی تعلیم:	کمپری ہینسو ہائی سکول، لاہور
پیشہ:	ایروناٹیکل انجینئرنگ (پاکستان ائیر فورس) مکینکل انجینئرنگ (جرمنی)
مزید تعلیم:	گریجوایشن جرنلزم، ایجوکیشن
خواہش:	لیکچرار یا صحافی بننا
خدمات:	ورکشاپ انچارج ڈیسٹو کراچی منسٹری آف ڈیفنس (DESTO)
دیارِ غیر روانگی:	(جرمنی- 1997)
جرمنی میں خدمات:	بڑی کمپنیوں میں اعلیٰ عہدوں پر ملازمت
زبانوں پر دسترس:	اردو، پنجابی، انگلش، جرمن
برائے رابطہ:	sohailloun@googlemail.com

sohail_loun@yahoo.com
lounfamily@hotmail.co.uk

خواب آنکھوں میں ٹوٹ جاتے ہیں

سہیل احمد

علی عون پبلی کیشنز

والٹن روڈ، کینٹ، لاہور

ہماری کتابیں

اچھی اور معیاری کتابیں

تزئین واہتمام

علی عون — حسن عباس

جملہ حقوق بحقِ شاعر محفوظ ہیں

اشاعت	:	جولائی ۲۰۱۰
کمپوزنگ	:	الاشراق کمپوزنگ سنٹر' لاہور
سرورق	:	حمران گرافکس' لاہور
مطبع	:	عبدالرحمٰن پریس، اُردو بازار، لاہور
پاکستانی قیمت	:	300/- روپے
		بیرون ملک 10 امریکی ڈالر
برطانوی قیمت	:	15 پونڈز

کتاب ملنے کا پتا

2- مسلم سنٹر تھرڈ فلور چیٹر جی روڈ اردو بازار، لاہور

انتساب

آپا

آسیہ طاہر کے نام

خدا اس بھولے پنچھی کو اُفق کی وہ بلندیاں عطا فرمائے

جہاں کسی نظرِ بد کی رسائی نہ ہو ...... آمین!

فہرست

دیباچہ	جاوید قاسم	۱۳
کچھ یادیں، کچھ باتیں		۱۶
حمد		۱۹
نعت		۲۱
دل ہے پتھر نہ آنکھ پتھر کی		۲۳
لمحہ لمحہ ترے گمان میں گم		۲۵
شبِ فرقت میں داغ کی صورت		۲۷
سلسلہ چل پڑا شکایت کا		۲۹
ہم اپنی ذات سے نکلے تو ایسے رستے ملے		۳۳
جب اُجالوں کے طلب گار پیمبر نکلے		۳۵
تنہا کھڑا ہوں شہر میں تنہائیوں کے بیچ		۳۷
وہ جو ساعت تھی رائیگانی کی		۳۹

اُن سے جب رابطے میں رہتا ہوں	۴۱
گردشِ وقت سے نکل کر بھی	۴۵
جب بھی تیرا خیال آیا نہیں	۴۷
تمام عمر شبِ درد میں گزاری گئی	۴۹
فن سے شکوہ نہ شکایت کسی فن کار کے ساتھ	۵۱
جب سے وہ چشمِ تصور میں نہیں	۵۳
مجھ کو گر تیری محبت کا سہارا ہوتا	۵۵
جذبۂ اوج جب جواں نہ ہوا	۵۹
تیرا مجھ کو اگر خیال نہ ہو	۶۱
تیرے دل میں اگر سما جاتے	۶۳
اُن سے جب رابطہ نہیں رہتا	۶۵
ہم نے جتنے بھی خواب دیکھے ہیں	۶۷
اشک سے چاہے ہم ستارا ہوئے	۷۱
وہ جس سے بہت دیر میں بیگانہ ہوا ہوں	۷۳
اشک جب حوصلے گھٹاتے ہیں	۷۵
ہر طرف خاک ہی اُڑانا ہے	۷۷
پھول میں کیا ہے، خار میں کیا ہے	۷۹
دل تمہیں جب بھی یاد کرتا ہے	۸۱
شبِ غم میں جلایا کتنا خون	۸۲

فرقت کی رات وعدہ وپیماں کے چراغ ۸۷
وہ وفاؤں کا یہ صلہ دے گا ۸۹
جب سے تری طلب میں قدم ہیں اُٹھے ہوئے ۹۱
جہاں موجیں، جہاں کنارا ملا ۹۳
رنگوں سے کائنات بنائی پڑی مجھے ۹۵
تو بولے اور میں ہی سنوں اب ایسا کچھ امکان نہیں ۹۷
یار بدلے، عدو نہیں بدلے ۱۰۱
بھول کر بھی تجھے بھلا نہ سکا ۱۰۳
جن کو دل میں بسائے بیٹھے ہیں ۱۰۵

اردو نظمیں

موم کی گڑیا اور رہم ۱۱۱
خواہشوں کا سدا بہار شجر ۱۱۳
قسمت ۱۱۵
تم ۱۱۷
یاد ۱۰۸
آس ۱۱۹
دید اور عید ۱۲۰
دل ۱۲۱
ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ۱۲۶

قسمت اور حالات ۱۲۸
یہ زمانہ اور ہے ۱۳۰
تیرا میرا —— ۱۳۲
یادوں کے موتی ۱۳۴
ایسی بھی اک وائف ہو ۱۳۵
جب سے تم زندگی میں آئے ہو ۱۳۷
تریاق ۱۴۰
وقت ۱۴۱
اظہار ۱۴۲
قسمت ۱۴۳
الیکشن ۱۴۵
جاگو ۱۴۷
وعدہ ۱۴۹
میری گائے ۱۵۰
سُر اور تال ۱۵۲
پجاری ۱۵۳
کیا کروں؟ ۱۵۴
پہلا سبق ۱۵۶
زرداری بنام بی بی بے نظیر ۱۵۸

پنجابی شاعری

سچا عشق	۱۶۳
وڈی نونہہ	۱۶۴
پیسہ	۱۶۶
کھری گل	۱۶۸
دُنیاداری	۱۷۰
غم	۱۷۱
گیت	۱۷۲
جد آواں میں تیرے کول	۱۷۳
ووہٹی	۱۷۴
میں آں بھولا پنچھی	۱۷۵

دیباچہ

"خواب آنکھوں میں ٹوٹ جاتے ہیں" سہیل احمد کا پہلا شعری مجموعہ جس میں غزلوں اور نظموں کے علاوہ چند نثر کے صفحات بھی شامل ہیں، میرے سامنے ہے اور میں حیرت اور مسرت کے ملے جلے جذبات سے سرشار سہیل احمد کے فن اور شخصیت کے مطالعے میں مصروف زندگی کی تمام پرتوں کو محسوس کرتا ہوا کبھی غمِ ذات کی محرومیوں میں ڈوب کر ہجر و فراق کے تلخ لمحات میں محبوب کی بے رُخی سے محظوظ ہوتا ہوں اور کبھی غمِ کائنات کی اذیت میں کھو کر ایک عجیب سی راحت محسوس کرتا ہوں۔

کچھ نہ پوچھو سہیل اُس کے بغیر — لمحہ لمحہ تھا کس اذیت کا

--

تمام حرف سرِ لوحِ جاں مٹا کے سہیل — حیات و موت کے ہم کو عجب فسانے ملے

--

دل ہے پتھر نہ آنکھ پتھر کی — یہ ہیں سب سختیاں مقدر کی
کسی طوفاں کا پیشِ خیمہ ہے — مجھ میں یہ خامشی سمندر کی
ٹوٹنے سے جو بچ گیا ہوں میں — یہ عنایت ہے دیدۂ تر کی

--

شبِ فرقت میں داغ کی صورت — جل اُٹھا میں چراغ کی صورت
سوچتا ہے تمھارے بارے میں — میرا دل بھی دماغ کی صورت

--

پچھلا پہر ہے رات کا، تارے بھی سو گئے — میں چل رہا ہوں آج بھی پرچھائیوں کے بیچ

پاکستان سے ہزاروں میل دُور یورپی زندگی کی آرائشوں اور آسائشوں میں رہتے ہوئے

بھی سہیل احمد کا مزاج اور طبیعت دونوں اپنی مٹی سے گندھے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے جس سے سہیل احمد کی شخصیت میں بلا کا نکھار ہے، اور فن میں برسوں کی پختگی کہیں بھی قاری کے ذہن کو ایک پل کے لیے اِدھر اُدھر نہیں ہونے دیتی۔

ہر سمت تیرے عکس ہویدا کو دیکھ کر — حیرت میں گم ہیں دیدۂ حیران کے چراغ

--

جسم پہ اُوڑھ کر در و دیوار — میں رہا اپنے ہی مکان میں گم

--

یہ نہ پوچھو کہ کس اذیت سے — کفِ دریا سے ہم کنارا ہوئے

سہیل احمد سے میرا کوئی ذاتی حوالہ کبھی نہیں رہا لیکن اس کی شاعری خاص کر غزل اور نثر کے چند صفحات کو پڑھنے کے بعد مجھے اکثر یہی محسوس ہوا کہ میں اور سہیل احمد جیسے صدیوں سے ایک دوسرے کے ظاہر اور باطن دونوں سے آشنا ہیں۔ ہمارے دُکھ درد اور خوشیاں، سب ایک جیسے ہیں مگر اس ایک خوبی نے اس شاعر کو زیادہ ممتاز اس لیے کیا ہے کہ وہ دامنِ حیات میں سب کچھ موجود ہونے کے باوجود اپنی جنم بھومی میں پائی جانے والی توڑ پھوڑ، قتل و غارت گری اور ناانصافیوں کے جہنم میں لحظہ لحظہ جلتی اور سلگتی ناموسِ وطن کو اپنی شہ رگ کے قریب محسوس کرتے ہوئے خون کے آنسو بہانے میں مصروفِ عمل ہے۔

کھا گئی گرد قافلوں کو سہیل — رہنما اپنی ہیں امان میں گم
جب اُجالوں کے طلب گار پیمبر نکلے — سینۂ دشت سے ظلمات کے پتھر نکلے

--

ہم کو موجوں سے بغاوت کی سزا خواب ملی — جس جگہ پاؤں پڑیں، ایک سمندر نکلے
تمام عمر شبِ درد میں گزاری گئی — دل و نگاہ سے جب روشنی اتاری گئی

سہیل احمد چوں کہ ایک سچا اور کھرا انسان ہے۔ اس نے شاعری بھی انھی خالص پیمانوں پر کی ہے۔ اس کا ایک چہرہ ہے، لہٰذا وہ سب دیکھنے والوں کو ہمیشہ ایک جیسا ہی نظر آتا ہے۔ اس کے ہاں تصنع یا بناوٹ نام کی کوئی منافقانہ حرکت اس کے پورے وجود میں کہیں بھی موجود نہیں ہاں البتہ چہرے کے رنگوں میں تبدیلی ضرور رونما ہوتی رہتی ہے۔ اگر کبھی وطن سے دُوری اور مُلک کے

ناساعد حالات کے اذیت ناک احساس سے اس کے چہرے کے رنگ کچھ مدھم پڑ جاتے ہیں تو کہیں یہی رنگ اپنی دھرتی کے کسی بہادر بیٹے کی طرح چمک اور دمک میں سورج کو مات دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں،اور سب سے پُر لطف اور لطیف بات یہ ہے کہ ان تمام رنگوں میں اس کے بچپن کے وہ رنگ آج بھی موجود ہیں جنھوں نے سہیل احمد کو زندگی کے صدفی صد اصل رنگوں سے آشنائی دی۔

ابرہہ وقت چلا جانبِ کعبہ اے سہیل　　پھر ابابیل کی صورت کوئی لشکر نکلے

--

اپنا ہوتا نہ آسرا جو ہمیں　　غم و آلام ہم کو کھا جاتے
فکر ہوتی جو ہم کو سر کی سہیل　　ہم زمانے سے مات کھا جاتے

میں نے مکر و ریا کی دُنیا میں　　ساتھ چھوڑا نہیں حقیقت کا

--

وہ جو ساعت تھی رائیگانی کی　　زندگی اُس نے جاودانی کی
میرے بازو وہیں سہیل گرے　　جہاں اُلٹی تھی مشک پانی کی

ہم ہیں وہ لوگ جو سرِ مقتل　　رقص کرتے ہیں، گیت گاتے ہیں

سہیل احمد کا یہ مجموعہ اپنی انفرادی شان کا حامل ہے۔اُس کی یہ شعری کاوشیں عام ڈگر سے ہٹ کر ہیں۔انفرادیت کسی چیز میں بھی ہو، ہنرکاری کی متقاضی ہوتی ہے۔اس لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ سہیل احمد نے اپنی شاعری میں اسی انفرادی ہنرکاری سے کام لیا ہے۔

جاوید قاسم
صدر بزمِ جواں فکر، لاہور
۱۳ جولائی ۲۰۱۰ء

کچھ یادیں، کچھ باتیں

یہ فطری سا عمل ہے کہ کوئی شے پہلی بار دیکھی جائے، کوئی چیز پہلی بار بنائی جائے یا کوئی ڈش پہلی بار کھائی جائے، کبھی نہیں بھولتی اور زندگی بھر اپنا ایک خاص اثر قائم رکھتی ہے۔

کسی بھی منزل کی جانب پہلا قدم ہمیشہ عظیم ہوتا ہے۔ہماری زندگیوں میں کسی بھی کام کا آغاز، بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔اگر ہم اپنی عام زندگی پر نظر دہرائیں تو اس بات کا احساس ہوگا کہ سکول اور کالج کا پہلا دن، کام یا کاروبار کا پہلا دن، محبوب کے دیدار کا پہلا لمحہ، ازدواجی زندگی کا پہلا دن، پہلی اولاد کو پہلی بار دیکھنا یا کسی مصور کا پہلا شاہکار، سب کچھ ہماری زندگی میں ایک حسین یاد کا روپ دھار کر سدا کے لیے ذہن کی موی تختی پر نقش ہو جاتا ہے۔ایسا میں نے بچپن لڑکپن اور جوانی کے ادوار میں دیکھا اور محسوس کیا ہے۔

پیشے کے اعتبار سے تو انجینئر ہوں مگر شعر و ادب کا شوق بھی ہے اور شعر کہنے کی جسارت بھی کرتا ہوں۔ایک مدت سے یہ آرزو تھی کہ اپنی اس تشنۂ خواہش کو سیراب کروں، وہ خواب جو آنکھوں نے دیکھے اور آنکھوں میں ہی ٹوٹ گئے، کوئی کتاب لکھوں۔آخر کار اللہ تعالیٰ نے زندگی کی چار دہائیوں کے بعد ہمت عطا کی اور میری پہلی کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ایک عام انسان کی طرح جو پہلی بار اپنی تخلیق کردہ کسی منزل پر پہنچ کر بڑی راحت محسوس کرتا ہے میں بھی اس کتاب کی اشاعت کے بعد کیف اور سرور کی اُسی مستی میں ہوں۔

یہ میری پہلی تصنیف ہے اور پہلی محبت اور نفرت کب بھولتی ہے؟ اس کی تکمیل میں جہاں میرے بزرگوں کی دعائیں شامل ہیں وہیں کچھ کرم فرما ایسے بھی ہیں جنھوں نے میری ذات اور میری کتاب کی تکمیل میں اہم کردار ادا کیا۔میں اپنے استادِ محترم شریف بٹ مقتول کا تاعمر مشکور رہوں گا جنھوں نے مجھے لفظوں اور زندگی کے حقیقی معنوں سے آشنا کیا۔میں

جانِ عزیز دوست تنویر احمد میر کا بھی شکر گزار ہوں کہ اس باکمال انسان نے ہر لمحہ پر میری رہنمائی فرمائی، مجھے حوصلہ دیا اور آج یہ کتاب آپ تک پہنچی۔

جس طرح دھنک قدرت کے بنیادی رنگ اپنے وجود میں سموئے ہوئے جلوہ گر ہو کر اس لامحدود آسمان میں نمودار ہوتی ہے اور اپنے سات رنگوں کو مختلف انداز میں ملا جلا کر کئی سینکڑوں رنگوں کو تخلیق کر لیتی ہے۔ اسی طرح یہ کتاب بھی کئی دل آویز رنگوں سے نمو پذیر ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کتاب میں زندگی کے تمام بنیادی اجزا کا امتزاج محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس میں خواہش اور چاہت کا عنصر بھی ہے۔ تنقید اور تقلید کا پہلو بھی۔ پیار اور امید کا رنگ بھی ہے اور کہیں آس اور یاس کا بادل بھی طنز و مزاح کا مصالحہ بھی ہے اور جوش و یقین کا سامان بھی۔ نصیحت اور عزم کی بات بھی ہے اور کہیں سیاست و حب الوطنی کی جھلک بھی۔ کہیں مشورے اور دوستی کی آواز بھی ہے اور کہیں دعا و معافی کی طلب بھی۔ لیکن اس میں وہ خواب سب پر بھاری ہیں جو اپنی تعبیر تو کیا پاتے آنکھوں میں ہی ٹوٹ گئے۔

چاند پر پہنچنے والے پہلے شخص نے یقیناً پہلا قدم اٹھایا ہوگا جس سے اُس نے ناممکن کو ممکن بنا دیا، منزل کی طرف اُٹھنے والا پہلا قدم اپنے اندر بہت سے جذبات، احساسات، رعنائیاں، جوش اور ولولے سموئے ہوتا ہے، جس کی کٹھن سے کٹھن مسافت بھی کسی تھکان کے احساس کے بغیر سفر طے کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ پہلا قدم اس لامتناہی اور لمبی مسافت میں میرے حوصلوں کو مزید بلند کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ ان شاءاللہ!

سہیل احمد

۱۰ اپریل ۲۰۱۰ء

اشک جب حوصلے گھٹاتے ہیں
خواب آنکھوں میں ٹوٹ جاتے ہیں

حمد

اوّل بھی تو، آخر بھی تو، ظاہر بھی تو
خالق بھی تو، مالک بھی تو، قادر بھی تو
ہر شے پر تیری قدرت ہے
سب پر تیری ہی رحمت ہے
تو ہی اعلیٰ، تو ہی بالا، واحد بھی تو
تو ہی جلوہ، تو ہی منظر، شاہد بھی تو
تو ہی بخشے میری خطائیں
تیرے کرم کی مجھ پہ گھٹائیں
تو ہی رحیم ہے، تو ہی کریم ہے، رحمت بھی تو
تو ہی قدیم ہے، تو ہی جدید ہے، جلوت بھی تو

سب کی سنتا ہے تو صدائیں
میری بھی تو سن لے دعائیں
تو ہی سمیع و بصیر ہے اور ساعت بھی تو
میرے لیے ہے سب سے بڑی عنایت بھی تو
کب ممکن ہے، تجھ سے چھپائیں
اپنے جرم اور اپنی خطائیں
حاضر بھی تو، باطن بھی تو ظاہر بھی تو
تو ہی نظارہ اور ہے سب کا ناظر بھی تو

نعت

کوئی آپ پر کیسے نقطہ اٹھائے
کہ ہے آپ کا نام نقطہ سے خالی

وہ اللہ کے سب سے پیارے نبی ہیں
نبی جن کی خاطر یہ دنیا ہے ساری

مقدس نمونہ ہے وہ ذاتِ اقدس
کہ جس پر خدا نے شریعت اتاری

مرے مصطفیٰ سارے نبیوں سے افضل
کہ مہر آکے اس نے سبھی پہ لگا دی

ہے سب آپ کی رحمتوں کا کرشمہ
کہ سارے زمانے پہ امت ہے پھیلی

وہ ساتھ اپنے لائے ہیں قرآں کا تحفہ
کہ جس کے سبب روشنی ساری پھیلی

وہ دیتے رہے دشمنوں کو دعائیں
نہیں صبر میں ان کا کوئی بھی ثانی

وہ ہیں میرے آقا، خدائے زماں نے
جنھیں احمدِ مجتبیٰ کی سند دی

○

دل ہے پتھر نہ آنکھ پتھر کی
یہ ہیں سب سختیاں مقدر کی

کسی طوفاں کا پیشِ خیمہ ہے
مجھ میں یہ خامشی سمندر کی

ٹوٹنے سے جو بچ گیا ہوں میں
یہ عنایت ہے دیدۂ تر کی

ٹوٹ جانا تھا آئینہ اک روز
کیا ضرورت پڑی تھی ٹھوکر کی

ہم سزاوارِ زندگی ٹھہرے
بات پوری ہوئی ستم گر کی

جان دے کر سہیلؔ اُس کے لیے
آبرو عشق کی اُجاگر کی

لمحہ لمحہ ترے گمان میں گُم
جی رہا ہوں میں تیرے دھیان میں گُم

جب وہ آیا مرے نشانے پہ
ہو گئے تیر سب کمان میں گُم

جسم پہ اُوڑھ کر در و دیوار
میں رہا اپنے ہی مکان میں گُم

نظر انداز کر دیا جس کو
منزلیں ہیں اُسی نشان میں گُم

اس جہاں میں مقیم ہو کر بھی
ہم ہوئے اور کسی جہان میں گُم

کھا گئی گرد قافلوں کو سہیل
رہنما اپنی ہیں امان میں گُم

○

شبِ فرقت میں داغ کی صورت
جل اُٹھا میں چراغ کی صورت

سوچتا ہے تمھارے بارے میں
میرا دل بھی دماغ کی صورت

غمِ جاں سے نکل نہیں پائی
کوئی صورت فراغ کی صورت

ایک مدت سے خالی ہیں
میری آنکھیں ایاغ کی صورت

میں ہواؤں کی زد پہ ہوں اے سہیل
رہگزر میں سراغ کی صورت

○

سلسلہ چل پڑا شکایت کا
طے ہوا مرحلہ محبت کا

میں نے مکر و ریا کی دُنیا میں
ساتھ چھوڑا نہیں حقیقت کا

جب بھی دیکھوں گماں گزرتا ہے
چاند پر بھی تری شباہت کا

غمِ دُنیا پہ کر دیا قربان
وقت جتنا ملا تھا راحت کا

کر رہے ہیں سوال اہلِ ہنر
مجھ سے اک بے ہنر کی بیعت کا

کچھ نہ پوچھو سہیل اُس کے بغیر
لمحہ لمحہ تھا کس اذّیت کا

خاموش جذبوں کا اسیر

کہتے ہیں کہ محبت کا آبشار انا اور خودداری کے مضبوط پتھروں کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ جو خوددار اور انا پرست ہوتے ہیں، اپنی محبوب ہستی کے سامنے نہ صرف اپنی معمولی اور غیر معمولی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ ان کے ظلم اور خطاؤں کو بھی اپنے سر لیتے ہیں۔ اس لیے کہ ہم ان کی محبت کے اسیر ہو چکے ہوتے ہیں اور محبت تو انسان کو ہوش و خرد سے بیگانہ کر دیتی ہے مگر پھر یوں ہوتا ہے کہ ہماری من پسند ہستیاں ہمیں قدموں میں جھکا کر ہمارے ناکردہ گناہوں کی سزا دیتی ہیں کیوں کہ ہم پہلے ہی اپنی غلطیوں کو تسلیم کر چکے ہوتے ہیں اور اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے والے دنیا کی نظروں میں بے مول ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ چوری کر کے دھڑلے سے مُکر جاتے ہیں، آج کی دنیا ان کو عزت دار قرار دیتی ہے اور جو اقبالِ جرم کر لے وہ اپنی وقعت کھو دیتا ہے اور یہی ہے اس دنیا کی ریت...... کہ یہاں ...... وفا کے بدلے بے وفائی، محبت کے بدلے نفرت، خلوص کے بدلے دھوکا، پرستش کے بدلے تمسخر، چاہت کے بدلے حقارت کے تحائف پیش کیے جاتے ہیں۔ اور ہم جیسے ...... خاموش جذبوں کے اسیر...... معمولی باتوں کا احساس رکھنے والے ایسے بے حس، بے غرض اور پتھر دل لوگوں کو چاہنے لگتے ہیں جو سدا ہم سے دُور اور ہماری راہوں سے ہٹ کر چلنے والے ہوتے ہیں۔ جو خود ساختہ مصروفیات کی بھیڑ میں کھو کر دوسروں کی خوشیوں میں شریک ہونا یاد نہیں رکھتے۔

○

ہم اپنی ذات سے نکلے تو ایسے رستے ملے
کہیں لہو کی لکیریں کہیں پہ ڈھانچے ملے

عطیہ آنکھ کا اپنی کسی کو کیا دیتے
نظر نظر ہمیں بربادیوں کے میلے ملے

ہمیں جو درد ملا روح تک اُسے پایا
ہمیں جو زخم ملے انتہائی گہرے ملے

چراغِ ہستی جو سورج میں ڈھالنے نکلے
بُجھے بُجھے سبھی تقدیر کے ستارے ملے

تمام حرف سرِ لوحِ جاں مٹا کے سہیل
حیات و موت کے ہم کو عجب فسانے ملے

جب اُجالوں کے طلب گار پیمبر نکلے
سینۂ دشت سے ظلمات کے پتھر نکلے

ہم کو موجوں سے بغاوت کی سزا خواب ملی
جس جگہ پاؤں پڑیں ایک سمندر نکلے

سنگِ تقدیر کو رستے سے ہٹانے کے لیے
پا بہ زنجیر سبھی کانچ کے پیکر نکلے

جب سے سورج کی تمنا میں چلے ہیں گھر سے
ہم چراغوں کو سرِ راہ بجھا کر نکلے

ابرہہِ وقت چلا جانبِ کعبہ اے سہیل
پھر ابابیل کی صورت کوئی لشکر نکلے

○

تنہا کھڑا ہوں شہر میں تنہائیوں کے بیچ
جیسے کھلا ہو پھول کوئی کھائیوں کے بیچ

تپتے سے دشتِ درد میں اک پیڑ کی طرح
تنہا کھڑا ہوں آج بھی تنہائیوں کے بیچ

پچھلا پہر ہے رات کا تارے بھی سو گئے
میں چل رہا ہوں آج بھی پرچھائیوں کے بیچ

مجھ کو گناہ و ظلم کی اس بھیڑ سے نکال
میں پھنس گیا ہوں شہر کے بلوائیوں کے بیچ

کس جرم کی سزا میں مقدر نے اے خدا
پھر لا کھڑا کیا مجھے رسوائیوں کے بیچ

دیکھو سہیل درد کا سقراط ہو گیا
کچھ ایسے گھر گیا ہے وہ شیدائیوں کے بیچ

○

وہ جو ساعت تھی رایگانی کی
زندگی اُس نے جاودانی کی

ٹوٹنے سے جو بچ گیا ہوں میں
اشکِ فرقت نے مہربانی کی

تیرے غم نے بنا دیا پتھر
کھو گئی ہر گھڑی روانی کی

کیا بتائیں کہ کتنی کوشش سے
ہم نے یہ خاک آسمانی کی

بس یہی اعتراض ہے مجھ کو
تم نے مجھ سے غلط بیانی کی

میرے بازو وہیں سہیل گرے
جہاں اُلٹی تھی مشک پانی کی

○

اُن سے جب رابطے میں رہتا ہوں
کس قدر حوصلے میں رہتا ہوں

جب سے اُبھرے ہیں خال وخد میرے
وقت کے آئینے میں رہتا ہوں

چھنتا ہے جو روشنی سے اُدھر
میں اُسی رتجگے میں رہتا ہوں

صورتِ خاک انتظار میں گُم
میں ترے راستے میں رہتا ہوں

اُس نے کیا مسکرا کے دیکھ لیا
ہر گھڑی ضابطے میں رہتا ہوں

خلوص

خلوص اور محبت کے موتیوں کو جب کوئی دوستی کی مالا میں پرو کر پیش کرتا ہے تو یہ سوہنی سی مالا کتنی سندر لگتی ہے۔ لفظوں کی لڑیاں ...... الفاظ کے بنڈل ...... لفظوں کے ہیر پھیر ...... کبھی سیاہ راتوں میں ...... ٹرین کی چھک چھک میں سفر کرتے ہوئے ...... چاندنی رات میں بارش کے بعد ...... شہر کی اُجلی اُجلی سڑکوں پہ ...... گم صم ...... تنہا تنہا ...... پیدل مارچ کرتے ہوئے ...... کبھی بارش میں بھیگتے ہوئے ...... نہ جانے کیوں باتیں ...... کچھ یادیں ...... ادھورے ساتھی ...... اچانک ...... یہی لوگ خوبصورت لمحوں کے بدلے میں تلخ اور کڑوی سی یادیں چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر لیتے ہیں اور ہمارے خوابوں سے اپنی خوشبو بھی چرا کے لے جاتے ہیں ...... یہی پیار سکھانے والے ...... خلوص کا سبق پڑھانے والے ...... جب اپنے خلوص کی قیمت وصول کرنا چاہتے ہیں ...... تو ان کا خلوص واپس لوٹانا کتنا مشکل ہو جاتا ہے ...... جذبوں کے سوداگر ...... ہم سے سب کچھ چھین کر ٹوٹے دلوں کو مزید توڑ دیتے ہیں ...... یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر قانون بنانے والے قانون توڑنے والوں کو سزا دے سکتے ہیں تو دل بنانے والا بھی تو دل توڑنے والوں کو سزا دے سکتا ہے۔ یہی لوگ بغیر اجازت دل میں داخل ہو جاتے ہیں لیکن جب جاتے ہیں تو سارے چراغ گُل کر جاتے ہیں اور دل کو اندھیرے میں چھوڑ دیتے ہیں۔

○

گردشِ وقت سے نکل کر بھی
ہم نہ سنبھلے کبھی سنبھل کر بھی

اپنی پہچان برقرار رکھی
تیرے سانچے میں ہم نے ڈھل کر بھی

ہم رہے دُور منزلوں سے سدا
لاکھ رستے یہاں بدل کر بھی

وہ قدم سے قدم ملا نہ سکا
عمر بھر میرے ساتھ چل کر بھی

اک کرن روشنی بڑھا نہ سکا
دیپ سورج کے ساتھ جل کر بھی

○

جب بھی تیرا خیال آیا نہیں
میں نے خود کو بھی خود میں پایا نہیں

میں وہاں ہوں جہاں مرے سر پہ
پیڑ کیا آسماں کا سایہ نہیں

میرے مولا نے گردشوں میں بھی
میرے قد سے مجھے گھٹایا نہیں

اک نہ اک دن وہ لوٹ آئے گا
آخر اپنا ہے وہ پرایا نہیں

ضبط ٹوٹا نہ زخم کھا کر بھی
غم پہ آنسو کوئی بہایا نہیں

وہ زمیں ہو کہ آسماں ہو سہیل
میں کسی چیز میں سمایا نہیں

○

تمام عمر شبِ درد میں گزاری گئی
دل و نگاہ سے جب روشنی اتاری گئی

وہ خار بن کے کھٹکتی رہی جگر میں سدا
جو بازی جیت کے تیری طلب میں ہاری گئی

ہمارے عزم نے اُس کو گرا دیا ہر بار
ہماری راہ میں دیوار جو اُساری گئی

بدل سکا نہ کسی طور حبس کا موسم
فضائے صحنِ چمن جس قدر سنواری گئی

ہزار بدلی ہے ترتیب وقت کی لیکن
نہ دن کا خوف، نہ راتوں کی بے قراری گئی

فن سے شکوہ نہ شکایت کسی فنکار کے ساتھ
آئینہ سوچ کا رکھتا ہوں میں کردار کے ساتھ

ہم نے انساں سے محبت کو بنایا منشور
زندگی ہم نے گزاری اِسی معیار کے ساتھ

ظلمتِ شب کی سیاہی کو مٹانے کے لیے
آؤ اک جنگ کریں مطلعِ انوار کے ساتھ

اس سے پہلے کہ ہر اک شخص کی انگلی اُٹھے
سر کو ٹکرا کے نہ مر جائیں گے دیوار کے ساتھ

جن کو تقدیسِ گلستان سمجھتے تھے سہیل
اُن گلوں کا بھی تعلق نہیں مہکار کے ساتھ

○

جب سے وہ چشم تصور میں نہیں
زندگی کا رنگ منظر میں نہیں

دشتِ فرقت میں پڑے جب سے قدم
مرا سایہ بھی برابر میں نہیں

تجھ کو کھو کر ایسے ساکت ہو گیا
کوئی جنبش جیسے پتھر میں نہیں

فاصلے کچھ اس طرح بڑھنے لگے
جیسے تُو میرے مقدر میں نہیں

یاد سے خالی ہے صحنِ دل تمام
اور کوئی نقشِ قدم در میں نہیں

جی رہا ہوں بے خیالی میں سہیل
اب کوئی سودا مرے سر میں نہیں

مجھ کو گر تیری محبت کا سہارا ہوتا
میں غمِ دُنیا سے یوں دوست نہ ہارا ہوتا

عمر گذری ہے اسی حسرتِ بیکار میں سب
تیری قربت میں کوئی لمحہ گذارا ہوتا

داغ سینے کا شبِ غم میں سلگ اُٹھتا اگر
یہ بھی امکان تھا میں آج ستارا ہوتا

یہ بھی ممکن تھا بدل جاتا جلن کا موسم
کوئی آنسو کبھی اندر جو اُتارا ہوتا

توڑ دیتا میں زمانے سے تعلق سارے
تو نے اک بار اگر مجھ کو پکارا ہوتا

بے وفائی

جب کوئی من پسند ہستی سپنوں کی تعبیر کی صورت آنکھوں کے رستے دل میں اترتی ہے تو ایسے میں من کے سارے کے سارے رستے خود بہ خود کھل جاتے ہیں۔ بلا سوچے سمجھے بغیر کسی آہٹ کے...... لیکن پھر کبھی یوں ہوتا ہے کہ وہی من پسند ہستی اتنے روگ، اتنے کرب دیتی ہے کہ اس کی کج ادائیوں اور بے وفائیوں سے تنگ آ کر من کے سارے ہی دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ کبھی نہ کھلنے کے لیے...... کہتے ہیں کہ کبھی کسی کو اتنا نہ چاہو کہ وہ تمھاری محبت کا قاتل اور تمھاری وفاؤں کا بیوپاری بن جائے۔ اس سے پہلے کہ کوئی تمھیں ٹھکرائے، تم اس سے کنارہ کش ہو جاؤ، کیوں کہ ہم لوگ اتنے بہادر نہیں ہوتے کہ اپنے جذبوں کی شکست، اپنی محبت میں کسی اور کی شراکت برداشت کر سکیں یا اپنی وفاؤں کو سرِ عام نیلام ہوتا دیکھ سکیں۔

زندگی کیا ہے؟

زندگی کیا ہے؟...... ایک ایسا دکھوں کا گھر، جس میں ہر کوئی اپنی مستی میں مگن ہے۔ کسی کو کسی کی پروا نہیں۔ ہر کوئی اپنی بولیاں بول رہا ہے۔ سب صرف اپنے ہی فائدے کے لیے سوچتے ہیں۔ نہ جانے کیوں دوسروں کے دُکھ کا احساس نہیں کرتے۔

نفسا نفسی کا عالم ہے، ایسے میں کوئی بھی تو ایسی امید کی کرن نظر نہیں آتی جو احساس پیدا کرے۔ آخر کب...... کب یہ احساس پیدا ہوگا کہ لوگ اپنی طمع اور لالچ کے خول سے نکلیں گے؟...... آخر کب؟

○

جذبۂ اوج جب جواں نہ ہوا
میں زمینوں سے آسماں نہ ہوا

لمحۂ غم اُسے بھی چاٹ گیا
وقت مجھ پر بھی مہرباں نہ ہوا

عمر گزری تمھاری سوچوں میں
اپنا اک پل بھی رائگاں نہ ہوا

اشک بن کر رہا وہ آنکھوں میں
کبھی دل میں وہ میہماں نہ ہوا

لاکھ لوگوں نے دی مثالیں مگر
میں کبھی اُس سے بدگماں نہ ہوا

چھن گئی جب زمین قدموں سے
آسماں سر پہ سائباں نہ ہوا

تیرا مجھ کو اگر خیال نہ ہو
زندگی میں کوئی کمال نہ ہو

اس لیے زخم کھا رہا ہوں میں
تو کسی طور پُر ملال نہ ہو

حسرتوں کی کلی نہ مرجھائے
پھول خواہشِ کا پائمال نہ ہو

ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاؤں
تیرا ہونا جو میری ڈھال نہ ہو

کوئی شکوہ نہ ہو مرے لب پر
میرے لب کوئی سوال نہ ہو

○

تیرے دل میں اگر سما جاتے
ہم بھی اس زندگی کو بھا جاتے

اپنا ہوتا نہ آسرا جو ہمیں
غم و آلام ہم کو کھا جاتے

یہ بھی ممکن تھا بات بن جاتی
لبِ اظہار تک جو آ جاتے

گر اُنھیں ہم پہ اعتبار نہ تھا
وہ کبھی ہم کو آزما جاتے

فکر ہوتی جو ہم کو سر کی سہیل
ہم زمانے سے مات کھا جاتے

○

ان سے جب رابطہ نہیں رہتا
ہوش ہم کو ذرا نہیں رہتا

وقت پر اس قدر گُمان نہ کر
وقت تو ایک سا نہیں رہتا

اُن کے ہمراہ چل کے دیکھ ذرا
فاصلہ فاصلہ نہیں رہتا

جب رویے سمجھ میں آجائیں
پھر کسی سے گِلہ نہیں رہتا

اوس پڑتی ہے جب بھی جذبوں پر
دھوپ کا سلسلہ نہیں رہتا

ظلم بڑھ جائے جس قدر بھی سہیل
یہ بھی سچ ہے سدا نہیں رہتا

ہم نے جتنے بھی خواب دیکھے ہیں
تیرے بارے جناب دیکھے ہیں

کھلی آنکھوں سے ہم نے صورتِ اشک
آسماں پر سحاب دیکھے ہیں

پتھروں کی طرح سرِ گلشن
ٹہنی ٹہنی گلاب دیکھے ہیں

ہم نے دیکھے ہیں کرب رستوں کے
ہجرتوں کے عذاب دیکھے ہیں

دریا دریا سہیلؔ دشت ملے
صحرا صحرا چناب دیکھے ہیں

سُلگتی کہانی

وقت اور حالات ہم سے سب کچھ چھین لیتے ہیں مگر یادیں وہ عظیم سرمایہ ہیں جسے کوئی نہیں چھین سکتا۔ یادوہ آئینہ ہے جس میں انسان ماضی کو دیکھ سکتا ہے۔ دل کو چوٹ لگتی ہے تو اس کی کسک روح کی گہرائی تک محسوس ہوتی ہے جو شعور بن کر ذہن پہ اترتی ہے اور لاشعور بن کر حسین یادوں کا روپ دھار لیتی ہے۔ یادیں بھی کتنی انمول ہیں جو آنسوؤں میں ڈھل کر روح کو سیراب کرتی ہیں۔ یادیں اس وقت عذاب بن جاتی ہیں جب انھیں سانسوں میں بسالیا جاتا ہے، لیکن غم کے معنی ہیں اتھاہ تاریک سمندر میں خوشی کا مینار۔ زندگی کی بے کیف اور انجان راہوں پر ہماری ساتھی، یادیں انسانی زندگی کو تپتا صحرا بنا دیتی ہیں۔ جب دیدۂ گل سے شبنم ٹپکتی ہے اور زرد چاند سے برستی ہوئی ٹھنڈک ہولے ہولے روح کو سلگاتی ہے تو من کی جھیل میں یادوں کے چراغ کنول بن کر کھل جاتے ہیں۔ جب دل میں یادوں کے دیے جلتے ہیں تو جلن کے ساتھ روشنی بھی ہوتی ہے۔ آنسو اور روشنی مسکراہٹ کا روپ دھار لیتی ہے اور پھر تنہائی میں کسی کی یاد کا رس گھول کر پینا کتنا دلکش لگتا ہے۔ یادوں کے قافلے کتنی تیزی سے آتے اور گزر جاتے ہیں۔ لمحہ بھر کے لیے ہماری زندگی مچلتی ہے اور پھر اک سلگتی کہانی بن جاتی ہے اور ہم سوچتے ہی رہ جاتے ہیں۔

اشک سے چاہے ہم ستارا ہوئے
پھر بھی اُن کو کہاں گوارہ ہوئے

یہ نہ پوچھو کہ کس اذیت سے
کفِ دریا سے ہم کنارا ہوئے

جب سے بیساکھیوں کو توڑ دیا
بے سہاروں کا ہم سہارا ہوئے

خواہشِ صبح میں کئی برسوں
کبھی جگنو کبھی شرارا ہوئے

خود سے بچھڑے جو ایک بار سہیل
غمِ دُنیا سے پارا پارا ہوئے

○

وہ جس سے بہت دیر میں بیگانہ ہوا ہوں
میں آج اُسی شخص کا دیوانہ ہوا ہوں

جادو سا عجب مجھ پہ محبت نے جگایا
وہ شمع بنے اور میں پروانہ ہوا ہوں

دیکھا جو نظر بھر کے اُسے غور سے میں نے
خود اپنی ہی ہستی سے میں بیگانہ ہوا ہوں

اس پیار کا اے دوستو نشہ بھی عجب ہے
سرمست میں اُس کے لیے مستانہ ہوا ہوں

گزرا ہوں سہیل ایسے مراحل سے تو اکثر
کعبہ میں ہوا ہوں کبھی بت خانہ ہوا ہوں

○

اشک جب حوصلے گھٹاتے ہیں
خواب آنکھوں میں ٹوٹ جاتے ہیں

زندگی بین کرنے لگتی ہے
درد سینے میں مسکراتے ہیں

تیری گلیوں میں آتے جاتے تھے
تیری گلیوں میں آتے جاتے ہیں

ہم ہیں وہ لوگ جو سرِ مقتل
رقص کرتے ہیں، گیت گاتے ہیں

آنچ دے کر لہو کی، زخموں کو
شبِ غم میں دیے جلاتے ہیں

آج بھی اُس طرف سے دیکھ سہیل
ٹھنڈے جھونکے ہوا کے آتے ہیں

ہر طرف خاک ہی اُڑانا ہے
وحشتِ دل کو آزمانا ہے

کل بھی تیرے جنون میں گم تھا
دل ترا آج بھی دِوانہ ہے

میں اکیلا تھا، میں اکیلا ہوں
اُس کے ہمراہ اک زمانہ ہے

حسرتوں کے مزار پر دل کو
دیپ کی طرح اب جلانا ہے

میرا ہو کے بھی وہ مرا نہ ہوا
یہ کہانی ہے، یہ فسانہ ہے

اُس نے ویسے ہی چھوڑنا تھا سہیلؔ
دُور رہنا تو اک بہانہ ہے

○

پھول میں کیا ہے، خار میں کیا ہے؟
تو نہیں تو بہار میں کیا ہے؟

جلتی بجھتی سی حسرتوں کے سوا
اور دلِ بے قرار میں کیا ہے

راستوں کے غبار سے ہٹ کر
لمحۂ انتظار میں کیا ہے

تجھ سے بچھڑا تو سوچتا ہوں میں
اب مرے اختیار میں کیا ہے

اُس کے احسان گن رہا ہوں سہیلؔ
اس کی رحمت شمار میں کیا ہے

○

دل تمھیں جب بھی یاد کرتا ہے
خون روتا ہے، آہیں بھرتا ہے

ایسے ارماں بکھر گئے، جیسے
آئنہ ٹوٹ کر بکھرتا ہے

کہاں کھلتے ہیں پھول خواہش کے
گلِ امید کب نکھرتا ہے

زخم کی طرح اب خیال اُس کا
دل کی تصویر پر ابھرتا ہے

جس کا سایہ تھا پیڑ جیسا سہیلؔ
اپنے سائے سے اب وہ ڈرتا ہے

شبِ غم میں جلایا کتنا خون
صبح پھوٹی نہ راس آیا جنون

جان لیوا ہو اُن کی ناراضی
وہ جو خوش ہوں تو آئے دل کو سکون

زندگی جن کے نام کی میں نے
وہ بہانے چلے ہیں میرا خون

چاہے مارا ہے اُس نے پتھر سے
پھر بھی ہیں اُس کے دوستو ممنون

حسن کو کچھ قرار رہتا ہے
جب سے دل عشق میں ہوا مجنون

اے کاش---!

وہ جب کبھی--- میرے دل کے اُفق پہ ---ارمانوں کے دریچے سے---اک درخشاں تارے کے ساتھ---تا حیات تابندہ رہنے کی قسم---ایسے ہی کبھی انجان راہوں پر گامزن---مگر یہ اک تلخ حقیقت---کہ حالات کی ستم ظریفی---یوں ہی زندگی کے کسی موڑ پر---ہمیں دوراہے پہ چلنے کی مجبوری---اُف---یہ قیامت صغریٰ---ہمارے لیے باعثِ تسکین---شاید تب ہو جب---ہمیں جدائی میں دو انگاروں کی طرح---جس پہ شبنم کے قطرے ٹپکتے ہوں---ان کی اس وقت تپش---اور شدید گرمی میں---اور بعد میں ٹھنڈا ہو جانے کا غم---شاید---اس وقت وہ شُوں شُوں ان کی فریاد ہو---کہ---اگر جدائی قیامت ہے---تو ہمیں سزا میں تیرا ساتھ---بے شک وہ جہنم ہو---قبول ہوگا---فردوس میں بھی تو سِدرہ کے کانٹے---جو ایسے ہی انجانے میں---ہاتھ لگانے سے ٹھیس پہنچائیں---خدا نے لازماً اس جہنم میں کوئی بھی شے---ادھورے لمحوں کے بچھڑے ہوئے ساتھیوں کے لیے---ضرور بنائی ہوگی---

اے کاش---؟

سوچ لو---!

کوئی بھی بات کہنے سے پہلے سوچ لو کہ سننے والے دو کانوں کے آگے بولنے والی ایک زبان بھی ہے۔

فرقت کی رات وعدہ و پیمان کے چراغ
پھر دل میں جل اُٹھے ترے امکان کے چراغ

ہر سمت تیرے عکسِ ہویدا کو دیکھ کر
حیرت میں گم ہیں دیدۂ حیران کے چراغ

زخموں کے آس پاس سدا ضوفشاں رہیں
نشتر کی مشعلیں، کبھی پیکان کے چراغ

شمعیں تمھاری یاد کی، روشن ہیں آج بھی
مدھم کبھی ہوئے نہیں ارمان کے چراغ

جذبوں میں ڈھل گئے ہیں تو پھر ہو گئے سہیلؔ
الفاظ سب کے سب مرے دیوان کے چراغ

○

وہ وفاؤں کا یہ صلہ دے گا
کیا خبر تھی مجھے بھلا دے گا

زخم بھر جائیں گے پرانے جب
اک نیا زخم پھر لگا دے گا

یہ ہوائے فراق کا جھونکا
زندگی کا دیا بجھا دے گا

دل ہیں پتھر کے، آنکھ پتھر کی
کون ایسے میں راستا دے گا

یہ جو غم ہے تری جدائی کا
یہ مری عمر کو گھٹا دے گا

مجھ کو معلوم تھا سہیلؔ، وہ شخص
میرے سب خواب ہی جلا دے گا

جب سے تری طلب میں قدم ہیں اُٹھے ہوئے
منظر بجھے بجھے سے ہیں، رستے جلے ہوئے

گزری ہے ساری عمر یہاں بھاگتے ہوئے
طے زندگی کے پھر بھی نہیں مرحلے ہوئے

اب زندگی کی دھوپ کہیں بھی نہیں رہی
یوں دل میں تیری یاد کے سائے گھنے ہوئے

رہتا نہیں یقیں مجھے اپنے وجود کا
وہ مجھ کو دیکھتا نہیں جب دیکھتے ہوئے

ہے مہرباں سہیلؔ ستم کیش آسماں
جب سے ہیں میرے پاؤں زمیں پر جمے ہوئے

○

جہاں موجیں، جہاں کنارا ملا
وہیں نام و نشاں ہمارا ملا

شبِ فرقت میں جس طرف دیکھا
جلتا بجھتا ہوا نظارا ملا

کیا عجب طور ہیں محبت کے
گُل کے بدلے مجھے شرارا ملا

لاکھ کوشش کے باوجود مرا
اس کی قسمت سے کب ستارا ملا

رشتے ناتوں کے باوجود سہیلؔ
جس کو دیکھا، وہ بے سہارا ملا

○

رنگوں سے کائنات بنانی پڑی مجھے
خوشبو سے تیری ذات چرانی پڑی مجھے

آندھی چلی تو خاک اُڑی جسم و جان کی
کاغذ کی ناؤ تھی سو بہانی پڑی مجھے

آنکھوں میں روشنی کی طلب کم جو پڑ گئی
سینے میں دل کی آنچ بڑھانی پڑی مجھے

گزرا ہوں اُس مقامِ محبت سے دوستو!
ٹھوکر کسی کی خود کو لگانی پڑی مجھے

یہ آسمان جب مرا دشمن ہوا سہیلؔ
سر پر زمین اپنی اُٹھانی پڑی مجھے

○

تو بولے اور میں ہی سنوں اب ایسا کچھ امکان نہیں
رسم رواجوں کی دنیا میں یوں ہونا آسان نہیں

وقت گزاریں گے ہم کھل کے خوف نہ کھائیں گے ہرگز
تیرے پاس سدا ٹھہریں گے، پل بھر کے مہمان نہیں

غفلت ایسے مت برتو تم ، اتنا تو تم دھیان رکھو
جس کو تم الفت کہتے ہو، درد ہے وہ، درمان نہیں

میں صدیوں سے تیرا ہوں اور تیرا ہو کے رہوں گا میں
چھوڑ کے تجھ کو چلا جائے جو، میں ایسا انسان نہیں

میرا دل اک ایسا گھر ہے، جس میں سدا تیرا ڈیرا
گرچہ کوئی کھڑکی نہیں اس میں، کوئی روشن دان نہیں

سحر ہونے تک

ایک بھٹکا ہوا مسافر ......جس کا مقدر اماوس کی رات ہے......ایسے ہی انجان راہوں پر گامزن ......کہ امید کی ایک کرن نظر آتی ہے ......مگر اُف خدایا! ......جسے وہ مشعلِ راہ سمجھا......وہ تو اک شمع تھی ......جس کی بزم میں پہلے ہی سے پروانے محوِ رقص تھے......اور اس رقص وسرود کی محفل میں ......اس نے بھی شریک ہونے کی کوشش کی ......مگر یہ کیا...... بے رحم شمع نے حدت وتپش سے اپنے حصار میں آتے ہی ......اسے جلا کر راکھ کر دیا......اس کی سلگتی راکھ چند گھڑیاں کسک اور رنج کی آہیں ......آخر کار ہمیشہ کے لیے اپنا وجود کھو دیتی ہے......ایک ساعت بیت جانے کے بعد ......آخر شمع کو اپنی کج روی و سرد مہری اور بے وفائی کا احساس ہوتا ہے......پھر وہ پچھتاوے کی اس آگ میں جلنا شروع ہو جاتی ہے......جو اس کی اپنی لگائی ہوئی ہے......یہاں تک کہ وہ اماوس کی سیاہ رات بیت جاتی ہے اور سحر ہونے تک شمع اپنا دامن اشکوں سے بھر لیتی ہے۔......شاید یہی دستورِ زمانہ ہے یا حقیقتِ زیست ......کہ وفا کے بدلے بے وفائی......محبت کے بدلے نفرت ......چاہت کے بدلے حقارت ......اور معصومیت کے بدلے تمسخر دیا جاتا ہے۔

اعتدال سے

یہ ایک فطری سی بات ہے کہ انسان کو جب بھی کوئی کامرانی حاصل ہوتی ہے تو وہ بہت مسرور ہوتا ہے جو کہ میرے خیال میں ہونا بھی چاہیے، کیوں کہ خوشی زندگی کے لیے بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک پودے کی جڑوں کے لیے پانی اور نمکیات! لیکن اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ خوشی کی کیفیت سے سرشار اور بے خود ہو کر ہم ایسے لاپروا نہ ہو جائیں کہ اپنی جان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ بس یہ خیال رہے کہ خوشی مناؤ ضرور مگر......اعتدال سے۔

○

یار بدلے ، عدو نہیں بدلے
پھر بھی ہم اپنی خُو نہیں بدلے

وار بدلے ہیں پتھروں نے مگر
میرے سر کا لہو نہیں بدلے

لاکھ چاہا خزاؤں نے لیکن
پھول ، شاخِ نمو نہیں بدلے

سوچ بدلی کبھی خیال اُن کا
ہم رہِ آرزو نہیں بدلے

آدمی نے بدل لیے رستے
لیکن ابلیس خُو نہیں بدلے

سینکڑوں اب بھی ہیں خدا پر ہم
نعرۂ اللہ ہُو نہیں بدلے

بھول کر بھی تجھے بھلا نہ سکا
کتنا چاہا، تجھے بتا نہ سکا

کتنا مجبور ہو گیا ہوں میں
تم جو روٹھے تو میں منا نہ سکا

مل نہ پایا کہیں پتہ تیرا
سوئی قسمت کبھی جگا نہ سکا

اپنا سب کچھ لٹا کے تیرا لیے
تیری قربت کبھی میں پا نہ سکا

خود ہی تڑپا گھڑی گھڑی لیکن
میں تجھے بے وفا ستا نہ سکا

میرے محبوب انتقاماً بھی
خود جلا ہوں تجھے جلا نہ سکا

لاکھ رسوائیاں ہوئیں پھر بھی
اپنی دیوانگی چھپا نہ سکا

زندگی بھی رہی خفا مجھ سے
موت کو بھی گلے لگا نہ سکا

○

جن کو دل میں بسائے بیٹھے ہیں
رُخ پہ غصہ سجائے بیٹھے ہیں

ہم سرِ خم ہیں اور وہ پیروں میں
ہیل اپنے سجائے بیٹھے ہیں

ہم ہوئے گنجے اور وہ ظالم
زلفوں میں پف بنائے بیٹھے ہیں

ہم کہ چاہیں، سنیں وہ میٹھی صدا
وہ نمک مرچ کھائے بیٹھے ہیں

ہاتھ آئی نہ جب وہ خالہ کی
بیوی لڑکی بنائے بیٹھے ہیں

پشیمانی

مایوسی اور ناکامی کبھی کبھار آپ کو حتمی قدم اٹھانے پر مجبور کر دیتی ہے اور انسان اپنے کسی پیارے کے ساتھ ایسا سلوک کر گزرتا ہے کہ جس پر عمر بھر پشیمانی اور پچھتاوا رہتا ہے۔

خوشی اور محبت

کبھی خوشی قرض میں نہ لو۔ یہ ہمیشہ غموں کے سود کے ساتھ واپس ملتی ہے۔

آنسو کا مول جاننا ہے تو خدا کے حضور بہا کر دیکھ۔

محبت وہ آگ ہے جو یک طرفہ ہو تو جلا دیتی ہے، دو طرفہ ہو تو اپنے سوا سب کچھ بھلا دیتی ہے۔

اردو نظمیں

موم کی گڑیا اور ہم

جس کو کہتے ہیں موم کی گُویا
کام آتی ہے وہ اندھیروں میں
شمع کہتے ہیں اس کو لوگ تمام
ہر پتنگا ہے اس کا شیدائی
جس کو وہ عزرائیل کہتی ہے
وہ تو بس اک دِیا سلائی ہے
منہ میں بھر کے وہ آگ کا شعلہ
جان اس کی جلانے آئی ہے

اپنے سر پہ سجا کے تاجِ اجل
شب کی خاطر اُجالا لائی ہے
انگ اس کا بنا ہے اشک تمام
سارا دامن ہے بھر گیا اُس کا
کوئی بھی دن ہو اور کسی کا ہو
وہ مناتی ہے ساتھ سب تہوار
کوئی مسجد ہو مندر و گرجا
من سے جاتی ہے ہر جگہ وہ تو
ہم سے تو بس یہ شمع اچھی ہے
جاں گنوا کر جو سب کے کام آئے

خواہشوں کا سدا بہار شجر

خواہشوں کا سدا بہار شجر
اُس کے پھول جس پہ کھلتے ہیں
ہے بچانا اسے حسد سے اگر
ہو دعا پہ یقیں دوا پہ نہیں
یوں یقیں کی جڑوں کو کر مضبوط
جو بھی طوفاں ہو خوف کھانے لگے
دھوپ کوشش کی ہو تو محنت کا
پھل پکے اور شُکر کا پانی

کامیابی کے سائے کی ٹھنڈک
سب کی خاطر یہ سب کو یکساں ہو
یہ جو پیوند ہے مدد کا دوست
زندگی کی بقا کا درماں ہو
رشک کی کھاد سے بڑھا اس کو
شعلۂ بغض سے بچا اس کو

قسمت

دوست قسمت بھی خوب ہوتی ہے
کبھی پتھر، کبھی یہ موتی ہے
یہ اگر مہربان ہو جائے
ہر طرف روشنی سی ہوتی ہے
اپنی قسمت کا کیا بتاؤں میں
میں ہوں بیدار اور یہ سوتی ہے
پہلے سوتی تھی یہ اکیلی ہی
ساتھ اس کے دماغ سوتا ہے

حالتِ زار دیکھ کر مرا دل
خون کے اشک روز روتا ہے
یہ بھی قسمت کی اک شرارت ہے
جو مقدر بھی ساتھ چھوڑ گیا
کیسے دونوں کو اب جگاؤں میں
اب تمھی مجھ کو کچھ بتاؤ نا
روز محنت بڑی میں کرتا ہوں
رات اور دن دعائیں کرتا ہوں
کیسے دونوں کو اب جگاؤں گا
اب تمھی مجھ کو کچھ بتاؤ نا

تم

جب سے اس دل میں ہو سمائے تم
ہم تمھارے خیال میں ہیں گُم
ہر گھڑی دھڑکنوں کے پاس ہو تم
دلِ معصوم کی بس آس ہو تم
میرے ہر خواب ہر خیال میں تم
ہو نہ جانا جہاں کی بھیڑ میں گُم
چھوڑنا اب نہ تم کبھی مرا ساتھ
وقت جیسا ہو جیسے ہوں حالات

یاد

جب بھی تم یاد آنے لگتے ہو
ہم خیالوں میں کھونے لگتے ہیں
کتنے تنہا ہیں ہم تمھارے بغیر
زندگی تم بنا ہے ریت کا دشت
تم ملے تھے تو تھم گیا تھا وقت
جس قدر غم تھے سارے بھول گئے
اب کہیں بھی نہ مل سکیں گے ہم
اب جلیں گے نہ دل میں پیار کے دیپ
ہے یہی فیصلہ مقدر کا
تیری منزل سے میرا رستہ جدا

آس

روز اس روز و شب کے چکر میں
وقت سارا گزرتا جاتا ہے
وہ ہے اُس پار اور میں اس پار
جانے کب ہوں گی اُس سے آنکھیں چار
وہ نہ آئے تھے میری زیست میں جب
دُور مجھ سے غمِ جدائی تھے سب
مل کے وہ جب بچھڑ گئے مجھ سے
ہے تڑپ کیا، سمجھ لیا میں نے
وہ جو بیتے ہیں التفات میں پل
قیمتی ہیں وہی حیات میں پل
مرتے دم آنکھ بند ہو نہ مری
حسرتِ دید ہو نہ پوری تری

دیداور عید

سب دے رہے ہیں آج مبارک یہ عید کی
اور ہم کو ہو رہی ہے تڑپ تیری دید کی
وہ شب ہماری جس طرح اک چاندرات ہو
جس شب بھی تم نے ملنے کا وعدہ وفا کیا
جس شب تمھاری دوست ہمیں دید ہو گئی
ہم کو ہوا گمان کہ اب عید ہو گئی
اب تو یہ راز جان گیا ہے جہاں تمام
تم سے ملیں تو لوگ کریں عید کا سلام
وعدہ کرو کہ عید منائیں گے ایک ساتھ
شمعیں وفا کی دوست جلائیں گے ایک ساتھ

دل

پیار ہوتا اگر یہ آنکھوں سے
اس کو اندھے نہ پھر کبھی کرتے
سُن کے ہوتی اگر محبت تو
اس کو بہرے نہ پھر کبھی کرتے
عشق ہوتا اگرچہ کہنے سے
اس گونگے نہ پھر کبھی کرتے
پاؤں سے الفتیں نہیں چلتیں
چاہتیں بانہوں میں سمٹتی نہیں

دخل ہوتا دماغ کا گرچہ
قیس مجنوں نہ پھر کبھی بنتا
پیار تو دل سے ہوتا ہے اور بس
اس کو مردے کبھی نہیں کرتے

آخری خواہش

قسمت کی دیوی جب منہ موڑے تو بے قراری، تذبذب، پشیمانی اور افکار انسان کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ ان حالات میں ماہتاب میں گرہن لگ جاتا ہے، آفتاب کالی گھٹاؤں کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور اپنا سایہ بھی غیر ہو جاتا ہے۔ زمانے کی کج روی بڑھ جاتی ہے۔ ہر چیز سراب دکھائی دیتی ہے۔ چاہتیں حقارتیں بن جاتی ہیں، انسان بے بسی کی منہ بولتی تصویر بن جاتا ہے، ارمان سسکنا شروع کر دیتے ہیں، مخملی بستر پر کانٹے چبھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ نیند منہ بسور کر دور چلی جاتی ہے۔ مقدر اور حالات کی سرد جنگ میں مقدر بازی، ہار جاتا ہے۔ وقت اور حالات، بازی جیت کر انسان کو ایک ویران جزیرے پر بے سرو سامان تنہا چھوڑ جاتے ہیں، جہاں دکھی دل کی گریہ زاری سننے والا بھی کوئی نہ ہو۔ یوں ہی کسی مہربان سحر کی پہلی کرن کی تمنا لیے وہ کئی اماوس کی سیاہ راتیں بتا دیتا ہے مگر، پھر بھی قسمت کی دیوی اس پر مہربان نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اس میں سکت باقی نہیں رہتی اور وہ بے بس ہو کر اپنی آخری منزل کی تلاش اور انتظار میں لگ جاتا ہے، جہاں اسے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ ہر طرف ہُو کا عالم ہوگا، بس اس کے اعمال ہی اس کے ساتھ ہوں گے۔ جسدِ خاکی خاک میں خاک ہو جائے اور یوں ایک مایوس کن انسان کی انتہا کا انجام ہو جائے گا۔ کاش! قسمت کی دیوی اگلے جہان میں اس پر مہربان ہو جائے۔ اک ''آخری آس!''

○

آنسوؤں کا ایندھن ہو
سسکیوں کے جھونکے ہوں
اور تپش تڑپ کی ہو
ہوں جو ساتھ سارے ہی
کیوں نہ دل میں بھڑکے آگ

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

دل نہ جانے دماغ جو سوچے
دل جو مانگے دماغ جانے نا
جذبۂ شوق سے الگ حالات
اور حالات سے ہے جوش جدا
ملک و ملت سے حکمراں غافل
حکمرانوں سے ہے عوام خفا
منصفوں سے ہے منصفی غائب
کھوئی مظلوم کی ہے آہ بقا

بے حیا ہے حیا سے اُس جانب
اس طرف بے حیا سے ٹھہری حیا
زندہ انساں کی کچھ نہیں توقیر
اور مُردوں کی ہوتی ہے پوجا
منحرف ہے خدا سے انساں اب
اور انسان سے خفا ہے خدا

قسمت اور حالات

میرے حالات اور قسمت کی
جب ہوئی بات، مجھ کو ہار ہوئی
خیر خواہوں نے یہ بُجھائی آگ
پھر سے تقدیر شرم سار ہوئی
دھویا قسمت کی سب لکیروں کو
میرے حالات نے بہت برسوں
لے اُڑی دھوپ رنگ حسرت کے

بُجھ گئی دل میں پیار کی سرسوں
چھائے قسمت کے پھر گھنے بادل
کم ہوئی جب جلن مقدر کی
پھر سے حالات نے لیا پلٹا
اور صورت بدل دی منظر کی

یہ زمانہ اور ہے

وہ بھی اک زمانہ تھا
جب یہ مشرقی لڑکی
غیرتوں کا منبع تھی
والدین کی عزت
جاں سے تھی عزیز اس کو
جو قدم اٹھاتی تھی
سوچ کر اُٹھاتی تھی
شرم اور حیا سے یہ
خود کو ڈھانپ رکھتی تھی
اس کے ہاتھ کا کنگن

اور کھنک وہ چوڑی کی
وہ زبان پائل کی
وہ چھنن پازیب کی
کتنی سندر ہوتی تھی
یہ بھی اک زمانہ ہے
شرم اور حیا اس سے
دُور اس قدر ٹھہرے
جیسے اس کو چُھو کر بھی
یہ کبھی نہیں گُزرے
اس کی آنکھ کا پانی
مر گیا ہے کچھ ایسے
اس کے سر کے آنچل کی
کھو گئی کشش ساری
اس طرح اُتاری ہے
اس نے شرم کی چادر
اب لباسِ غیرت پر
داغ کی طرح ہے یہ

تیرامیرا---

تیرا میرا ہے ساتھ کچھ ایسے
جیسے امبر پہ چاند تارے ہیں
جیسے جگنو ندی کنارے ہیں

تیرا میرا ہے رشتہ کچھ ایسے
سانس کا دھڑکنوں سے ہو جیسے
جیسے اُمید کا ہو جیون سے

ایسے ہیں ایک دوسرے کے لیے
جیسے پروانہ شمع کے لیے ہو
جیسے بھنورا کلی کلی کے لیے

تیرا میرا ہے کچھ تعلق یوں
جیسے آکاش کا ہو دھرتی سے
موت کا زندگی سے ہو جیسے

ہے ضرورت تری مجھے ایسے
جیسے خورشید کی اجالے کو
جس طرح جل کی ایک ماہی کو

یادوں کے موتی

اشک اپنے پرو کے پلکوں میں
ہم نے یادوں کی مالا پہنی ہے
خوف سے آنکھ ہم جھپکتے نہیں
کہیں موتی نہ یہ بکھر جائیں

ایسی بھی اک وائف ہو

ایسی بھی اک وائف ہو
بدلے جو اس لائف کو
سِکن سے کچھ وہ وائٹ ہو
لمبی اُس کی ہائیٹ ہو

ایسی بھی اک وائف ہو
بدلے جو اس لائف کو
رانگ کو کر دے رائٹ وہ
سوچ کی ایسی برائٹ ہو
اور ڈسپلن ٹائٹ ہو

ایسی بھی اک وائف ہو
ویب سائٹ بھی رکھتی ہو
دل ٹائٹ بھی رکھتی ہو
کچھ ہائٹ بھی رکھتی ہو

ایسی بھی اک وائف ہو
اُڑے کہ جیسے کائٹ ہو
چلے کہ جیسے مائٹ ہو
رنگ اُس کا ڈے لائٹ ہو

ایسی بھی اک وائف ہو
جس کی اونچی فلائٹ ہو
دن ہو یا پھر نائٹ ہو
دل کی بالکل رائٹ ہو
ایسی بھی اک وائف ہو

جب سے تم زندگی میں آئے ہو

جب سے تم زندگی میں آئے ہو
اور سے اور ہو گئے ہیں ہم
پہلے کتنے رئیس ہوتے تھے
آج غربت میں کھو گئے ہیں ہم

پہلے دل کے فراخ تھے کتنے
آج ہم ہو گئے بہت کنجوس
پہلے ہم کتنے صاف ہوتے تھے
کب کسی کے خلاف ہوتے تھے
پہلے تھے ہم بہت ہی خوش اخلاق

اب ہیں بغض و حسد میں کھوئے ہوئے
پہلے سب کا خیال رکھتے تھے
خود غرض ہو گئے ہیں اب کتنے
پہلے سچوں کی اک مثال تھے ہم
جھوٹ پر جھوٹ بولتے ہیں اب
پہلے جاں دار تھے، توانا تھے
اب کے بیمار ہو گئے ہیں کچھ
پہلے ہم کس قدر اکڑ خاں تھے
اور اب کتنے دب گئے ہیں ہم
پہلے چالاک تھے، ذہین تھے ہم
اور اب ہو گئے ہیں بدھو سے
پہلے ہشیار کس قدر تھے ہم
اب کے کچھ پڑ گئے ہیں ڈھیلے سے
پہلے عاشق مزاج ہوتے تھے
اب کے بیزار ہو گئے ہیں ہم
پہلے کرتے تھے روز نیناں چار

اور اب اس سے بھی ہیں کچھ بیزار
پہلے ہوتے تھے کتنے نخرے باز
اب کے بچوں میں رُل گئے ہیں ہم
جب سے تم زندگی میں آئے ہو
اور سے اور ہو گئے ہیں ہم

تریاق

چُور ہے زہرِ عشق سے ترا جسم
جانے کس ناگ نے ڈسا ہے تجھے
مر نہ جائیں جدائی کے ڈر سے
ڈھونڈتے ہیں ملاپ کا تریاق

وقت

یوں ہی اس روز و شب کے چکر میں
وقت کیا ہے ، گزرتا جاتا ہے
وہ ہے اُس پار اور میں اِس آر
درمیاں حائل اک سمندر ہے
کب یہ سمٹیں گے ہجر کے لمحے
کب ملن کی نوید آئے گی
اک تڑپ، ایک آس، اک امید

اظہار

تم جو چاہو تو جان سکتی ہو
چپ بھی اظہار کا وسیلہ ہے
چہرے بھی بولتے ہیں، آنکھیں بھی
ورنہ تم جب کبھی مِلو ہم سے
کب حقیقت بیان ہوتی ہے

قسمت

دیکھ قسمت کو، کتنی بھولی ہے
میں ہوں بیدار اور یہ سوتی ہے
پہلے سوتی تھی یہ اکیلی ہی
ساتھ اس کے دماغ سوتا ہے
حالتِ زار دیکھ کر مرا دل
خون کے اشک روز روتا ہے
یہ بھی قسمت کی اک شرارت ہے
جو مقدر بھی ساتھ چھوڑ گیا
کیسے دونوں کو اب جگاؤں میں

اب تمھی مجھ کو کچھ بتاؤ نا!
روز محنت بڑی میں کرتا ہوں
رات اور دن دعائیں کرتا ہوں
کیسے دونوں کو اب جگاؤں میں
اب تمھی مجھ کو کچھ بتاؤ نا!

الیکشن

وہ جو جیتیں کہیں الیکشن ہے
وہ جو ہاریں کہیں سلکشن ہے
ایک دن کا بھی ہو وزیر اگر
زندگی بھر کی اس کی پینشن ہے
وہ ہیں اوپر سے اللہ والے لوگ
جن کا امریکہ سے کنکشن ہے
ووٹ کے واسطے کیے وعدے
اب انھیں کرنی بس کرپشن ہے

سب خزانہ ہمیں ملا خالی
لازمی قرض کی سنیکشن ہے
کچھ دنوں تک جمہوریت ہے فقط
سر پہ پھر فوج کا وہ ایکشن ہے
بھیج دے مولا کوئی لیڈر ٹھیک
اب ضروری بہت کریکشن ہے

جاگو

میرے دیس کے لوگو جاگو
وقت نہیں ہے اب کچھ باقی
گر یہ مُلک بچانا چاہو
قوم کا درد بٹانا چاہو
تاریخیں لکھوانا چاہو
میرے دیس کے لوگو جاگو
آمر، عامل اور یہ لیڈر
بھول چکے ہیں اپنا منصب
سب کو رستے پر ہے لانا
تم چاہو جو دیس بچانا
میرے دیس کے لوگو جاگو
ہر اک شہری کو اب یارو

گرچہ ہے انصاف دلانا
کرنل جرنل اور وڈیرے
سب سے ہے اب جان چھڑانا
میرے دیس کے لوگو جاگو
اب ہم کو یہ کام ہے کرنا
فرد سے ہم کو قوم ہے بننا
فرقہ بندی اور زبانیں
رنگ و نسل اور ذاتیں پاتیں
ایسی ہر لعنت ہے مٹانا
پاکستانی ہے بن جانا
میرے دیس کے لوگو جاگو

وعدہ

ادھوری ملاقات دل میں بسا کر
وہ پہلے کی صورت
کہ اس بار بھی ہے وہ مایوس لوٹا
یہ وعدہ ہے خود سے
کہ اس بار کہہ دوں گا سب کچھ میں اُس کو
مگر میرا وعدہ
جو خود سے کیا تھا
وہ اس بار بھی دوستو جھوٹا نکلا

میری گائے

تو اگر گائے کی طرح ہوتی
اپنے دل میں تجھے جگہ دیتا
ڈال کر تجھ کو پیار کی زنجیر
تجھ کو اپنا سدا بنا لیتا
تیل مل کر میں تیرے سینگوں پر
اور تجھ کو حسیں بنا دیتا
ڈال کر تیرے پاؤں میں پائل
شان تیری بہت بڑھا دیتا
باندھ کر میں گلے میں اک گھنٹی
میں تجھے اور بھی سجا دیتا

تجھ کو مہندی لگاتا، اور ٹیکہ
تیرے ماتھے پہ میں لگا دیتا
پی کے خالص میں روز تیرا دودھ
جان اپنی بھی کچھ بنا لیتا
دل لگاتی کسی جو بیل سے تو
میں چڑھاوا ترا چڑھا دیتا
تو اگر گائے کی طرح ہوتی

سُر اور تال

تو صدا کا جو میٹھا سُر ہوتی
تجھ سے میں تال کو ملا لیتا
بن کے میں اک وفا بھرا نغمہ
دل کے سب تار ہی بجا لیتا

پجاری

تو جو مندر کی مورتی ہوتی
عمر پوجا میں، میں بِتا دیتا
گھنٹی ہر اک بجا کے مندر کی
حال اس دل کا میں سُنا دیتا
میں جلا کر کوئی اگر بتی
ہر نفس میں دھواں چڑھا دیتا
تو جو پھر بھی نہ مانتی جاناں
رات دن کی میں اِس تپسیا سے
موم جیسا تجھے بنا دیتا
تو جو مندر کی مورتی ہوتی

کیا کروں؟

کیسے کروں شروع سفر چاہتوں کا میں
اب چھوٹ گیا ہے ہاتھ سے سائے کا ساتھ بھی
وہ پل جو تیرے سنگ گزارا تھا میرے دوست
وہ پل بھی جیسے کوئی ستارہ تھا میرے دوست

مرنے سے پہلے مار دیا وقت نے مجھے
قسمت کا یہ غبارہ بھی آخر کو پھٹ گیا
کیا خوب تھا نظارہ تری دید کا مجھے
لگتا تھا وہ بھی چاند کوئی، عید کا مجھے
میرے لیے ہی خود کو سنوارا تھا میرے دوست

دُشمن ہوا ہے پیار کا سارا جہان کیوں
شیرازۂ حیات ہی جیسے بکھر گیا
چنگاریاں حسد کی اُٹھیں میرے چارسُو
دامن ہمارے پیار کا جل جل کے رہ گیا
کیسا وہ آرزو کا شرارا تھا میرے دوست

پہلا سبق

الجبرے کا پہلا سبق بھی سیکھ لیا
دو نفیوں سے مل کر بنتا ہے مثبت
منفی کو جب جمع کریں ہم منفی سے
اس کا جواب بھی مثبت ہے
جا کر اُس کو آئی لو یو بول دیا
اس کا جواب بھی منفی نکلا
اور مجھے محسوس ہوا
جیسے میں بھی منفی ہوں

اور میں سوچ رہا ہوں
الجبرے کا کون سا یہ کلیہ ہے؟
یوں لگتا ہے
جیسے میں الجبرے کی ابجد سے بھی
ناواقف ہوں

زرداری بنام بی بی بے نظیر

وہ جو بی بی تھی، بے نظیر بھی تھی
دشمنوں پر وہ تیز تیر بھی تھی
اس کے مرنے سے جاگ اٹھے زردار
گو کہ زرداریوں کی پیر بھی تھی

لوٹ کر آئی جب وہ پاکستان
ساتھ لائی نہ مجھ کو صد افسوس!
میں وہاں اور وہ یہاں آئی
ہجر کا فاصلہ تھا کتنے کوس

بننے آئی وزیرِ اعظم وہ
ڈیل کر کے میاں مشرف سے
لیکن اتنی اُسے خبر کب تھی
موت تھی اُس کی گھات میں کب سے

پارٹی کے جو سب وڈیرے تھے
چور ڈاکو تھے، سب لٹیرے تھے
وہ جو سچے تھے اپنے وعدے کے
اُن کی قسمت میں بس اندھیرے تھے

آ گئے ساتھ چند لوگ ایسے
جن کی نیت کہ زہر ہو جیسے
خوب لوٹا تمام چوروں نے
اور کمایا تھا نام چوروں نے
وہ جو مخلص تھے کارکن اِس کے
ظلم میں رہ گئے سبھی پس کے

اور کسی کے نہ ہاتھ آیا کچھ
میرے بِن کب کسی نے پایا کچھ
ہر قدم، ہر نفس ملی مجھ کو
مُلک پر دسترس ملی مجھ کو
آ گئی موت اُس کی راس مجھے
مل گیا ہے شہی لباس مجھے

پنجابی شاعری

سچا عشق

سجناں توں شرمانی پئی ایں
کاہنوں عشق لکانی پئی ایں
رہن نہ دل دیاں دل وچ گلاں
اکھیاں راہیں کہہ وے سجناں
جگ توں ڈرنا پیار نہیں ہندا
عشق تے کچے اُتے تردا
سوچاں پینا چاہی دا نہیں
ویلا یار گنوائی دا نہیں
ایہناں توں پچھتا سکیں گی
اوہدا درد بھلا سکیں گی
مہندی گدا پا سکیں گی
غیر دی توں اکھوا سکیں گی
پیار ہووئے تے سوچی دا نہیں
دل دا کہنا روکی دا نہیں

وڈّی نونہہ

انج تے میں آں چھوٹی ساری
پر عہدے وچ وڈّی آں
کرو نی ساریاں عزت میری
میں رشتے وچ وڈّی آں
بولن وچ میں تیز بڑی آں
سن لو سارے لوکو اج
پر میں کھاوَن پیون دے وچ
کج کج ویکھو ہولی آں

فکر ستائے بس اے مینوں
ڈھاڈا ہر ہر ویلے ای
میں جنی آں لمبی ویکھو
میں اونی ای چوڑی آں
چھوٹے دیور دی شادی تے
جناں کہناں تسی وی کہ لو
باز کتھے میں آئی آں
بھیجو مینوں پیکے میرے
چھڈ خیال میں آئی آں

پیسہ

کیوں پیار کریں تُوں پیسے نال
اے یار کسے دا نہیں ہویا
کیوں پے کے دُنیا داری وچ
تُوں نیند ارام چا ہیں کھویا
تُوں کیتا خوار جوانی نوں
ہن بڈھے واریں ہیں رویا
کیوں سانبھی اپنی دولت توں
کیوں رب دی راہ توں دُور ہویا
کیوں کیتا کٹھا پیسا توں

ترے مرن تے جی ہر دکھ ہویا
کیوں پیار دا پاٹ نہ پڑیا توں
کیوں نفرت دا توں بی بویا
ترے کم نہ آئے گا پیسا
جد اگے یار حساب ہویا
کیوں پیار کریں توں پیسے نوں
اے یار کسے دا نہیں ہویا

کھری گل

دل جے ٹٹے صدا دی آئے ناں
پیاس اتھرو کدے بجھائے ناں

ویلا لنگھے تے مڑ کے آئے ناں
ہووے مومن تے خوف کھائے ناں

مرے غیرت تے شرم آئے ناں
کجھ نکھٹو کدی کمائے ناں

ہووے عاشق تے آزمائے ناں
وہم دل چوں کدی وی جائے ناں

بندہ رجیا تے قہر ڈھائے ناں
ہووے ظالم تے رحم کھائے ناں

پیڑ صحرا چ کوئی لائے ناں
دیوا دن نوں کوئی جلائے ناں

مر کے واپس کوئی وی آئے ناں
نیک ہووے تے پُھلدا جائے ناں

ہووے ایمان، ڈگمائے ناں
رہ کے بُھکھا حرام کھائے ناں

علم او کاہدا کم جو آئے ناں
کی دعا ، جو اثر وکھائے ناں

دُنیاداری

چھڈ دے ہن اے دُنیا داری
دھوکے وچ کیوں جند گزاری
سوچو تے اے نیری بیماری
پیسے پچھے دُنیا ساری
روز تماشے کرن مداری
کم آون وچ بٹن اناڑی
لٹن وچ نیں بڑے کھلاڑی
جناں دے عہدے سرکاری
ملدی مفتی فیر سواری
ہووے بنگلہ لمبی گاڑی
ہے مزدور دی قسمت ماڑی
محنت جس دی جند اے ساری

غم

بندے مک جانے
اے غم مکدا نہیں
سُک جاندے نیں کھوہ
نیناں سُکدے نہیں
چن وی لُک جاوے
عشق اے لکدا نہیں
وچھڑے مل جاون
شک تے جاندا نہیں
یار دا رُس جانا
کج وی رہندا نہیں
ٹٹ جاوے جے دل
جینا پیندا نہیں

گیت

تیریاں جوانیاں نے مار سٹیا
تیریاں جوانیاں نے مار سٹیا
بُھل گیا سب جدوں تینوں تکیا
رہ کے دُور دس خاں توں کی کھٹیا
جگ کولوں پیار کدے نہیوں لکیا
جناں اے مکایا اہنوں نہیوں مکیا
پیار تیرا ہن میرے وچ وسیا
دُنیا توں ڈر کے میں نہیوں نسیا
تیرے باجھوں دُنیا چ کی رکھیا
سب کجھ تیرے اُتوں وار سٹیا
تیریاں نی عشقاں نیں ساڑ سٹیا
ظالماں نیں حلیہ وگاڑ سٹیا
ہن تیرے کولوں ساڈا کی لکیا
تیریاں جوانیاں نے مار سٹیا

جد آوَں میں تیرے کول
میرا دل اے جاندا ڈول

بول توں پیار دے مٹھے بول
قدمی دیواں جند میں رول

دل دلاں نال سانواں تول
مر جانا، جے ماری جھول

پیار بڑا ہُندا انمول
اہدا کوئی ناں بیبا مول

جد آوَاں میں تیرے کول
میرا دل اے جاندا ڈول

ووہٹی

آ کھنا واں ماں ایسی ووہٹی توں لیا دے
جیہڑی اچی لمّی تے جوان ہووے سب توں
چاہے اوہنوں پتہ ہووے کج وی نہ دین دا
دنیا چ کھبا ہووے لوں لوں حسین دا
چاہے گھرداری وچ ہووے نہ کمال اے
بار دیاں کمّاں وچ ہووے بے مثال اے
ساہنوں ویکھ چپ ہووے اوس دی زبان اے
پر ہووے لوکاں لئی اوہ جند جان اے
چاہے اوہ نکمی ہووے، لکھتاں پڑھائیاں وچ
ڈگری دی ہووے سوغات اوہدی باہیاں وچ
صورتوں میں چاہوناں واں حور بھولی بھالی او
سیرتاں چ ہووے بھاویں زہر دی پیالی او

میں آں بھولا پنچھی

میں آں بھولا پنچھی، میرا ماہی چھیل چھبیلا
پیار محبت دل وچ میرے، بھیجا میرا ہولا
خدمت کرنا شوق اے میرا، جندڑی انج گزاری
پہلاں گھر ساں میکے دے میں، سوہریاں دی ہُن واری
منجے اُتے بیٹھ کے چُوری رج رج میں تے کھانی
کل جیہڑی توں اپنے گھر چوں میرے لئی لیانی
میں آں بھولا پنچھی

قسمت دی گل ساری ویکھو کالے نال اے چٹّی
کیہہ ہویا جے اسیں اناڑی، اوہ اے بڑا کھڈاری
دل دا حال سناواں کسراں، تھاں تھاں آواں کسراں
تسیں تے ساریاں دنیا اپنی میتھوں دُور وسائی
ساڈا دل اے موم دا لوکو! پگھلے نال جدائی
پیار محبت والی لَو جی ویکھو اساں جلائی
ساریاں دے غم اپنے سینے لا کے نال ہمیشہ
دُکھاں تے درداں دی یارو بن کے ڈھال ہمیشہ
پر ہُن دسّو رَل مل سارے اکّو گل ایہہ مینوں
خوشیاں دے وچ تاہنوں میری یاد کدے ہے آئی
میں آں بھولا پنچھی

کچھ یادیں، کچھ باتیں

یہ ایک فطری عمل ہے کہ کوئی شے پہلی بار دیکھی جائے، کوئی چیز پہلی بار بنائی جائے یا کوئی ڈش پہلی بار کھائی جائے، کبھی نہیں بھولتی، اور ساری زندگی اپنا ایک خاص اثر قائم رکھتی ہے۔

کسی بھی منزل کی جانب پہلا قدم ہمیشہ یادگار رہتا ہے اور ہماری زندگی میں کوئی بھی آغاز ہو، بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنی عام زندگی پر نظر دوڑائیں تو اس بات کا احساس ہوگا کہ سکول اور کالج کا پہلا دن، کام یا کاروبار کا پہلا دن، محبوب کے ساتھ بیتا پہلا لمحہ، ازدواجی زندگی کا پہلا دن، اپنی اولاد کا پہلا دیدار یا کسی مصور کا پہلا شاہکار، سب کچھ ہماری زندگی میں ایک حسین یاد کا روپ دھار کر سدا کے لیے ذہن کی موی تختی پر نقش ہو جاتا ہے۔ یہ سب میں بچپن، لڑکپن اور جوانی کے ادوار میں دیکھ اور محسوس کر چکا ہوں۔

پیشے کے اعتبار سے تو انجینئر ہوں مگر شعر و ادب کا شوق بھی ہے اور شعر کہنے کی جسارت بھی کرتا ہوں۔ اس لیے یہ آرزو ایک مدت سے تھی کہ اپنی اس تشنہ خواہش کو سیراب کروں، کوئی کتاب لکھوں اور آخر اللہ تعالیٰ نے زیست کی چار دہائیوں کے بعد موقع دیا اور میری یہ پہلی کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ایک عام انسان کی طرح جو پہلی بار کسی منزل تک پہنچتا ہے، بڑی راحت محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح اس کتاب کی تکمیل میں ویسی ہی مسرت ہو رہی ہے، کیوں کہ یہ میری پہلی تصنیف ہے جو مجھے تا حیات بھول نہ پائے گی۔ اس کی تکمیل میں جہاں بزرگوں کی دعائیں ہیں، وہاں کچھ کرم فرماؤں نے میرے حوصلے بلند رکھنے میں مدد بھی کی ہے۔

جس طرح دھنک اپنے قدرت کے سبھی بنیادی رنگ سموئے ہوئے جلوہ گر ہو کر اس لامحدود آسمان میں نمودار ہوتی ہے اور اپنے سات رنگوں کو مختلف انداز میں ملا کر کئی اور رنگ بھی بن جاتے ہیں اسی طرح میری اس کتاب کی صورت کئی دل آویز رنگوں سے نمو پذیر ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس میں زندگی کے تمام بنیادی اجزا کا امتزاج محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس میں خواہش اور چاہت کا عنصر بھی ہے۔ تنقید اور تقلید کا پہلو بھی، پیار اور امید کا رنگ بھی ہے اور کہیں آس اور مایوسی کا بادل بھی۔ طنز و مزاح کا مصالحہ بھی ہے اور جوش و یقین کا سامان بھی۔ نصیحت اور عزم کی بات بھی ہے اور کہیں سیاست اور حب الوطنی کی جھلک بھی۔ کہیں مشورے اور دوستی کی آواز بھی ہے اور کہیں دعا و معافی کی طلب بھی۔

کہتے ہیں کہ ہزاروں میل کا سفر بھی تب ہی طے ہوتا ہے جب شروعات پہلا قدم اُٹھائے اور منزل کی طرف اُٹھنے والا پہلا قدم اپنے اندر بہت سے جذبات، احساسات، رعنائیاں، جوش اور ولولے سموئے ہوتا ہے، جس کی کٹھن سے کٹھن مسافت بھی کسی تھکان کے احساس کے بغیر طے کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ پہلا قدم اس لامتناہی اور لمبی مسافت میں میرے حوصلوں کو مزید بلند کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ ان شاءاللہ!